



گاؤں میں بندر آگئے

سواتی بھٹا چارجی



گاؤں میں بند آگئے

مصنف : سواتی بھٹا چارجی

مصور : سوپیر رائے

مترجم : محمد فرحت عزیز

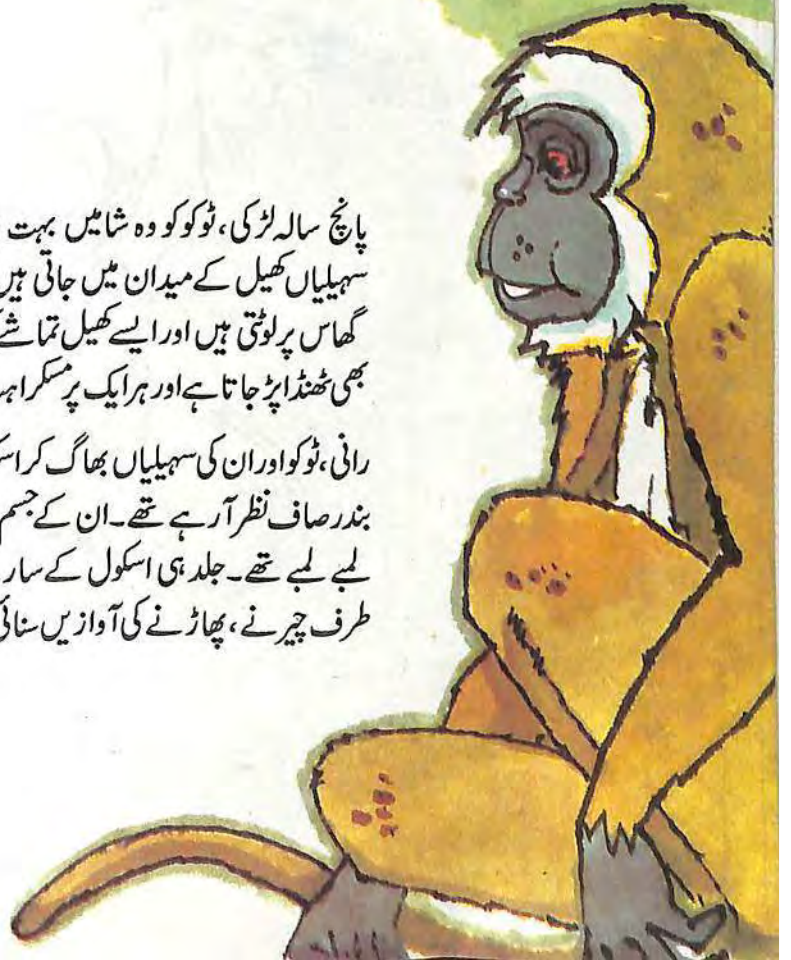


چلڈرن بک ٹرسٹ ☆ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ☆ بچوں کا ادبی ٹرسٹ



پانچ سالہ لڑکی، ٹوکو کو وہ شامیں بہت پسند آتی ہیں جب وہ اور اس کی
سہیلیاں کھیل کے میدان میں جاتی ہیں۔ وہاں وہ دوڑتی ہیں، کودتی ہیں
گھاس پر لوٹتی ہیں اور ایسے کھیل تماشے کرتی ہیں کہ گرم، بہت گرم سورج
بھی ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور ہر ایک پر مسکراہٹ کے ساتھ نظر ڈالتا ہے۔

رانی، ٹوکو اور ان کی سہیلیاں بھاگ کر اسکول کی عمارت میں پہنچ گئیں۔ کھڑکیوں سے
بندر صاف نظر آرہے تھے۔ ان کے جسم سرخی مائل بھورے تھے۔ ان کے ہاتھ بہت
لبے لبے تھے۔ جلد ہی اسکول کے سارے درخت جھولتے نظر آنے لگے۔ چاروں
طرف چیرنے، پھاڑنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔



ایک دن یہ بچیاں، مگرچھ کا دریا، کھیل کھیل رہی تھیں۔ مگرچھ کا نام بابل تھا جو ٹوکو کو
پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا اور ٹوکو ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے پر بھاگ کر
جارہی تھی۔ یکا یک بابل منہ گھما کر بھاگ کھڑا ہوا۔

”بھاگو! بھاگو!“ ہر بچہ چلانے لگا ”بندر آگئے ہیں۔“



ٹوکو نے دیکھا کہ ان کے اسکول کا چوکیدار، گجیا
ایک بڑا ڈنڈا لیے دوڑتا چلا آ رہا ہے۔ بندروں کو
ذرا بھی ڈرنہ لگا! دو بڑے بندر گجیا کے پیچھے اس
طرح دوڑے کہ بے چارہ بوڑھا آدمی بھاگ کر
اسکول کی عمارت میں گھس گیا۔ ٹوکو کو گجیا پر بہت
رحم آیا۔

بچے بندروں کی اس حرکت سے بہت ناراض
ہو گئے ”شیطان جانور“ انھوں نے کہا۔ ”یہ
ہمارے گاؤں میں کیوں آ گئے۔“



تھوڑی دیر میں بندو قوں کی گولیوں کی آوازیں سنائی پڑیں۔ لوگ بندروں کو ڈرانے کی کوشش کر رہے تھے۔ کچھ لوگوں نے پیپوں کو بجانا شروع کیا اور کچھ ڈنڈے لے کر نکل آئے۔ ”ہوپ! ہوپ!“ بندروں نے ڈراؤنی آوازیں نکالیں، سب بندر، بڑے چھوٹے، ماؤں کے سینے سے جٹے ہوئے چھوٹے بچے، درختوں سے عمارت کی چھت پر کود کر آئے اور پھر جلد ہی کود کر پیڑوں پر پہنچ گئے۔

رانی اور ٹوکو نے ڈر کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا اور بھاگ نکلتا ہی چاہتی تھی کہ انھوں نے پیڑ سے نکلتی ہوئی ایک لمبی دم دیکھی اور کسی جھاڑی سے جھانکتا ہوا ایک سیاہ چہرہ۔

جب ٹوکو گھر پہنچی تو اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ ایک گلاس دودھ پیتے ہوئے ٹوکو نے گہری سانسوں کے درمیان پوری بات سنائی۔ ”انھوں نے تو آج ہمارا پورا کھیل بگاڑ دیا۔ میں چاہتی ہوں کہ یہ بندر آئندہ کبھی ہمارے گاؤں میں نہ آئیں۔“



”اچھا ٹوکو! بتاؤ کہ اگر ہمارا گھر تباہ ہو جائے تو ہم کیا کریں گے؟“ ماں نے سوچتے ہوئے پوچھا۔
”ہاں! ہاں!“ ٹوکو نے کہا اور سنجیدگی سے سوچنے لگی۔ ”ہم جا کر سونا چچی کے مکان میں رہنے لگیں گے۔“

”اور اگر وہ مکان بھی برباد ہو جائے، تو؟“

”تو گاؤں کے کسی دوسرے مکان میں جا کر رہ سکتے ہیں۔“

”اور اگر پورا گاؤں تباہ ہو جائے، تو؟“

ٹوکو خاموش ہو گئی اور اپنے ہاتھ کا بسکٹ مسلنے لگی۔ ”آپ یہ سب کیوں پوچھ رہی ہیں؟“

”صرف اس لیے کہ ان بندروں کے ساتھ وہی ہوا ہے جو میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔“ ماں نے چائے انڈیلتے ہوئے کہا۔ ”لوگوں نے جنگل کے جنگل کاٹ ڈالے ہیں۔ اب بندروں کے رہنے کے لیے کوئی جگہ باقی نہیں رہی ہے۔“





”ٹو کو ایک پیالہ چائے اپنی دادی ماں کے لیے لے گئی۔ ”کیا آپ نے بندروں کو دیکھا؟“ اس نے پوچھا۔

”ہاں، ہاں“ دادی ماں نے حلقی کے ساتھ کہا۔ ”ذرا دیکھو تو، انھوں نے ہمارے گیندوں کے پودوں کے ساتھ کیا کیا ہے! کل کی پوجا کے لیے اب ایک بھی پھول نہیں بچا ہے۔“

”ماں کا خیال ہے کہ وہ گاؤں میں محض اس لیے آگئے ہیں کیوں کہ ان کے رہنے کے لیے اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے۔“

”ہاں“ دادی ماں نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا، ”میرا خیال ہے کہ وہ صحیح کہتی ہیں۔ دریا کے کنارے، جہاں اب تم اینٹوں کا بھٹہ دیکھتی ہو، وہاں ایک بہت گھنا جنگل تھا۔ اس میں جامن، لچھی اور کٹھنل کے پیڑوں کی بھر مار تھی۔ اب سبھی درخت کٹ گئے ہیں۔ بندروں کے کھانے کے لیے اب جنگل میں کچھ بھی باقی نہیں ہے۔“

ٹوکو کے والد صاحب ڈاکٹر تھے۔ ایک دن جب سب لوگ رات کے کھانے کے لیے بیٹھے ہی تھے کہ دروازے پر زور کی دستک ہوئی۔ ڈاکٹر کو اکثر رات کو بھی مریضوں کو دیکھنا پڑتا تھا۔ ٹوکو باپ کے ساتھ دروازے تک گئی۔

”کون بیمار ہے؟“ انھوں نے پوچھا ”خدا کرے کہ ہریش کا کا بیمار نہ ہوں۔“

دوسرے لوگوں کے ساتھ ہریش کا کا بیٹا کھڑا ہوا تھا ”نہیں، میرے والد بیمار نہیں ہیں“ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”دراصل بندر کا بچہ بیمار ہے۔“

بندر کا ایک بچہ دوسرے بندروں کے جھنڈ سے پھٹ گیا تھا۔ کچھ بچوں نے چاہا کہ کھیریل کی چھت پر سے اس کو آرام سے اتار لیں گے وہ بچوں سے اس قدر خوف زدہ ہوا کہ ڈر کے مارے نیچے کود پڑا۔





وہ درخت کے نیچے چوٹ کھا کر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر ٹوکرو وہانسی ہو گئی۔ جب اس کے باپ نے بندر کے بچے کو چھوا تو خوف سے اس کی (بندر کے بچے کی) چیخ نکل گئی۔ انھوں نے بندر کے بچے کو آرام سے گود میں اٹھا لیا، سینے سے لگایا تب کہیں جا کر اس کو تھوڑا سکون ہوا۔ وہ اسے ہریش کا کا کے مکان کے اندر لے گئے۔ وہاں انھوں نے اسے میز پر لٹا کر اس کی ہڈیوں کا معائنہ کیا۔ ”یہاں بازو میں موج آگئی ہے“ انھوں نے کہا۔

انھوں نے اپنے بیگ سے پٹی کا ایک بندل نکالا۔ پھر انھوں نے ہریش کا کا کے بیٹے سے چھانچ کالکٹری کا ایک پیمانہ لانے کو کہا۔

ٹوکرو نے اس کے ننھے سر کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور اس کے باپ نے مضبوطی سے بازو کو پیمانے سے باندھ دیا۔ انھوں نے اس کے گلے سے ایک پٹی لٹکائی اور اس کا بازو اس میں آرام سے لٹکا دیا۔ ”آج رات میں مریض کو کچھ کھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔“ انھوں نے ان لوگوں سے کہا جو کمرے میں بندر کے بچے کے گرد کھڑے ہوئے تھے۔ ”کل اسے تھوڑا دودھ دے دینا۔ اور یہ دوا دودھ میں گھول دینا۔“

وہ دوا لکھ رہے تھے کہ انھیں اپنے ہاتھ پر ایک تھکی محسوس ہوئی۔ یہ ٹوکوتھی۔ ہم گھر جاتے ہوئے راستے میں دوا خرید لیں گے، اس نے کہا ”میں اس بندر کو اپنے گھر لے جاؤں گی۔“

”میں سوچتا تھا کہ تم کو بندروں سے نفرت ہے۔“ اس کے باپ نے کہا۔

”ارے یہ تو پہلے کی بات تھی،“ ٹوکو نے کہا ”اب تو مجھے بندروں سے محبت ہو گئی ہے۔“

ٹوکو بندر کے بچے کو محبت سے اپنی گود میں لیے ہوئے ہریش کا کا کے مکان سے تیز تیز باہر آئی۔ اس وقت اس کو ایک فخر کا احساس ہو رہا تھا۔ اب وہ آہستہ آہستہ بندر کے بچے کو اپنی گود میں ہلاتی ڈھلاتی چلنے لگی۔

ماں اور دادی ماں کو ٹوکو کو بندر کے بچے کو اس طرح لاتے ہوئے دیکھ کر بہت تعجب ہوا۔

ماں نے وہ بستر اور اس کے اوپر کا فرش تلاش کر کے نکالا جو اس وقت استعمال کیے جاتے تھے جب ٹوکو چھوٹی سی تھی۔ تھوڑی دیر میں خوب آرام دہ بستر تیار ہو گیا۔

”بندر کے بچے کو ادھر لٹا دو۔“ دادی ماں نے کہا۔

ٹوکو نے چوہ کر کہا ”اسے بندر کا بچہ نہ کہیے۔ یہ مولو ہے۔“





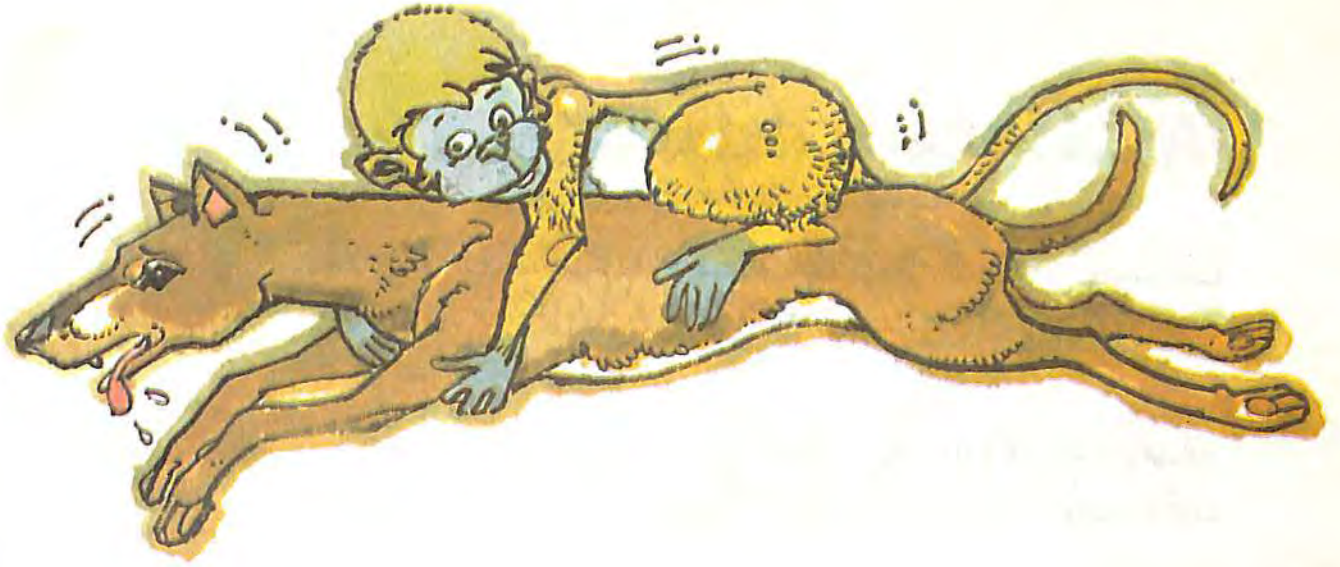
ٹوکو، مونو کو محبت سے اپنی گود میں لیے رہی یہاں تک کہ اسے نیند آ گئی۔ جب ماں صبح کو جاگی تو اس نے دیکھا کہ ٹوکو فرش پر مونو کو سینے سے لگائے سو رہی ہے۔

ٹوکو صرف اسکول کے وقت میں ہی مونو سے الگ ہوتی تھی۔ شام کے وقت وہ اس کو لے کر باغ چلی جاتی تھی۔ مونو، ٹوکو کی پونی ٹیل (بالوں) کو مضبوطی سے اپنے پنجوں سے پکڑ لیتی تھی اور ٹوکو مزے سے اس کو باغ میں گھماتی تھی۔

ایک ہفتہ کے بعد ٹوکو کے والد نے مونو کی پٹی کھول دی۔ اس کا بازو وہ بالکل ٹھیک ہو گیا تھا۔ ٹوکو نے خوشی سے تالیاں بجائیں اور مونو نے بھی تالی بجانی شروع کر دی۔ سبھی لوگ ان دو دوستوں کی تالیوں کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔

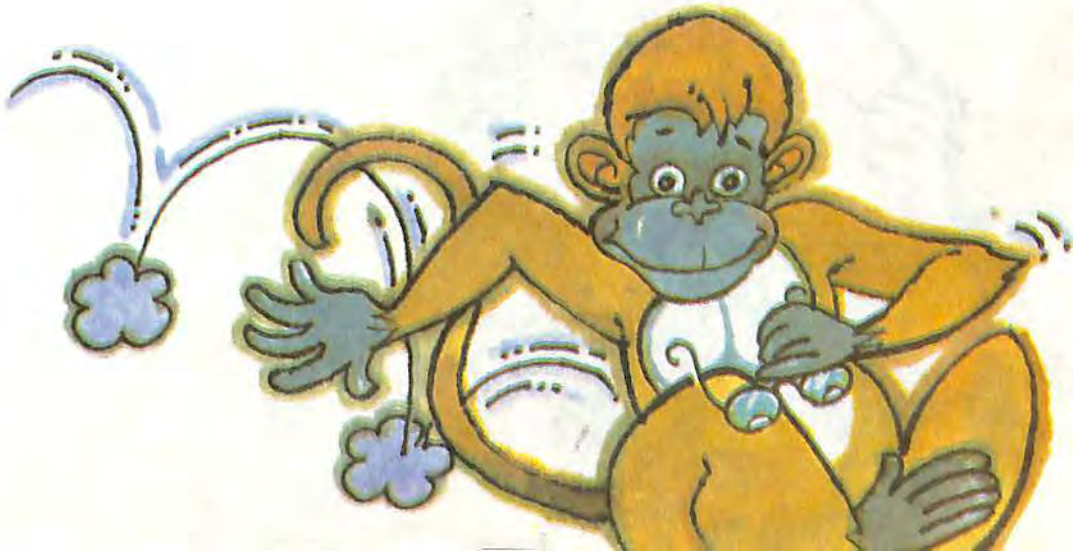
کچھ ہی دنوں میں انھیں معلوم ہوا کہ مونو کتنی شریر ہو سکتی ہے۔ شام کو سخت گرمی کے وقت ایک گٹا برآمدے کے سائے میں آکر سو جاتا تھا۔ اک دن ٹوکو سو رہی تھی اور ماں بھی اونگھ رہی تھی کہ وہ کتے کے زور زور سے بھونکنے سے جاگ گئیں۔ وہ دوڑ کر باہر آئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ مونو کتے کے اوپر سواری کر رہی ہے۔





بے چارا کتا باغ میں چاروں طرف گھوم گھوم کر دوڑ رہا تھا تا کہ وہ اپنے سوار کو گرا دے لیکن مونو اس کی گردن کو خوب مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھی۔ آخر نوکوزور سے چیخنی، تب کہیں کتے کی جان بچی کیوں کہ مونو اچک کر نوک کی گود میں آ گئی۔

مونو بہت ہوشیار تھی۔ جب ماں معمہ حل کرنے کے لیے بیٹھتی تھی تو مونو قلم لا کر اس کے ہاتھ میں دے دیتی تھی۔ جب نوک کو اسکول جانے کے لیے تیار ہوتی تھی تو مونو اس کے کھانے کا ڈبہ لا کر اسے دے دیتی تھی۔ اور جب دادی ماں ٹی۔ وی دیکھنے کے لیے بیٹھتی تھیں تو وہ ان کی عینک لا کر انہیں دے دیتی تھی۔

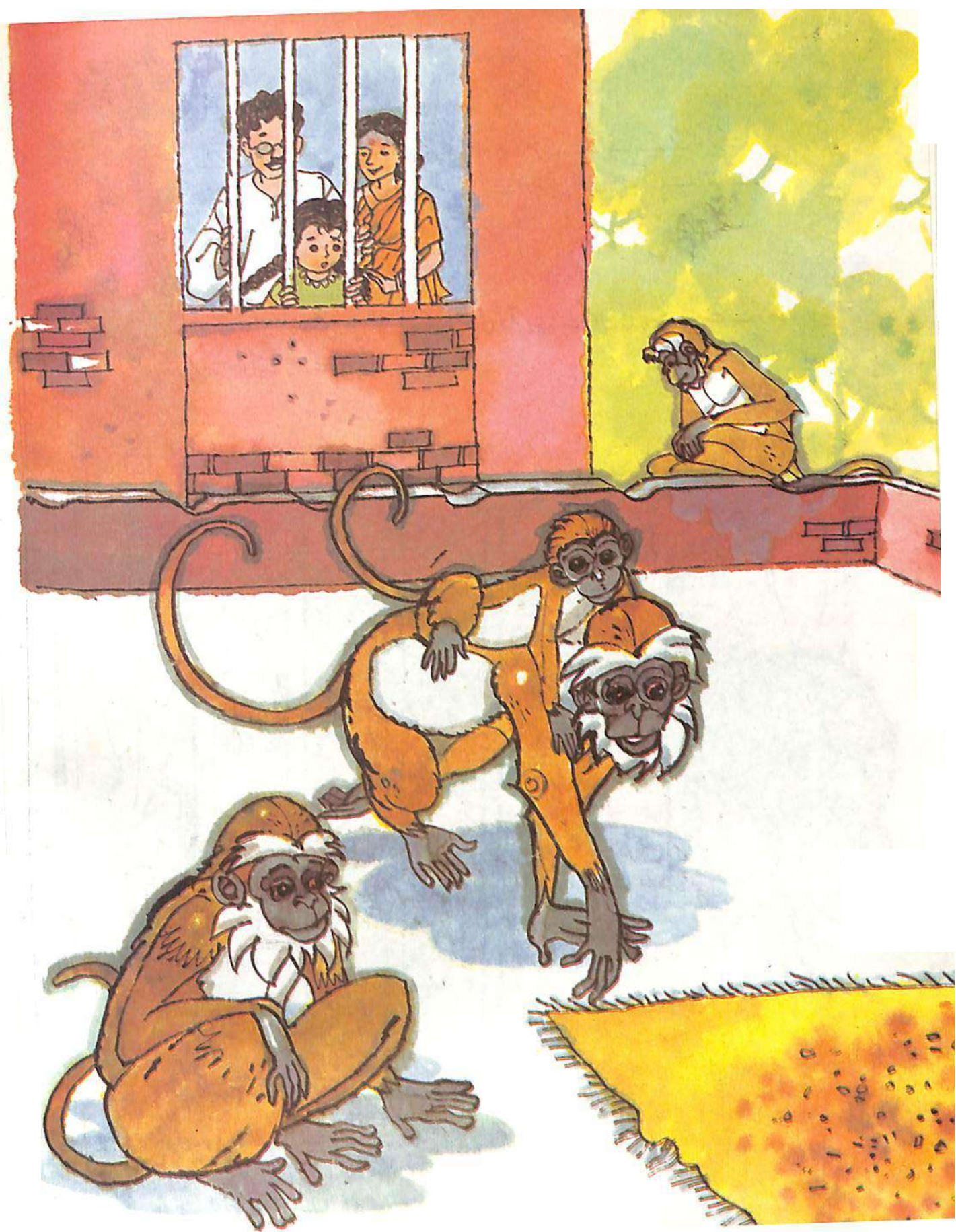


کھیل کے میدان میں بھی مونو بہت مزہ لیتی تھی۔ وہ بہت مزے سے ایک بچے کے اوپر سے
دوسرے بچے کے اوپر چھلانگ لگا دیتی تھی۔ اور خوشی سے آوازیں نکالتی تھی۔ سبھی بچے اس کے
ساتھ کھیلنا پسند کرتے تھے۔

ایک اتوار صبح بندر پھر آ گئے۔

اس وقت ٹوکونا شہ کر رہی تھی۔ یکا یک ان کی نظر پڑی کہ قریب کے مکان کی چھت پر بہت سے
بندر ہیں۔ مونو ایک چھلانگ مار کر کھڑکی پر آ گئی۔





”جلدی سے دروازے بند کر دیجیے۔“ ٹوکو چلائی۔ ”کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مونو کو دیکھ لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مونو کو لے جانا چاہیں۔“

ایک بندر چھلانگ مار کر اس کھڑکی پر آ گیا جس پر مونو تھی۔

”یہ مونو کی ماں ہوگی،“ ماں نے آہستہ سے کہا۔

”بالکل صحیح۔ ہمیں مونو کو باہر نکل جانے دینا چاہیے،“ ٹوکو کے والد نے کہا۔

”نہیں۔“ ٹوکو بولی۔

”ٹوکو،“ ماں نے محبت سے اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا۔ ”تم کیسا محسوس کرو گی اگر تم کو مجھ سے الگ کر دیا جائے۔“

ٹوکو کے والد نے کھڑکی کے پاس والا دروازہ کھول دیا۔ فوراً مونو باہر نکل گئی۔ دوسری ہی نظر میں انھوں نے دیکھا کہ وہ اپنی ماں سے چمٹی ہوئی ہے۔ مونو تو گئی۔

ٹوکو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ آنسوؤں کی ایک دھارا اس کے گالوں پر لڑھک رہی تھی۔ روتے روتے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ ماں اور دادی ماں اس کو دلا سہ دے رہی تھیں کہ اتنے میں دروازے کی گھنٹی بجی۔

ایک چھوٹا لڑکا دروازے پر کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں ایک ڈبہ تھا۔ ”کیا ٹوکو گھر میں ہے؟“ اس نے پوچھا۔

ٹوکو دروازے پر گئی۔

”مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ نے ایک زخمی بندر کی دیکھ بھال کی اور اس کو بالکل تندرست کر دیا۔“

ٹوکو نے اقرار میں سر ہلایا۔ اس کی آنکھوں میں پھر آنسو امانڈ آئے ”وہ ابھی ہمیں چھوڑ کر چلا گیا“ اس نے کہا۔



”ارے! ارے!“ لڑکے نے کہا ”کیا آپ ایک چڑیا کا بھی علاج کر سکتی ہیں؟“ اس نے ٹوکو کو اپنا ڈبہ دکھایا۔ اس میں ایک مینا تھی۔

”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پنکھ ٹوٹ گیا ہے“ ٹوکو کے والد نے کہا۔

ٹوکو نے اپنے آنسو پوچھے۔ ”میں ابھی مٹی لاتی ہوں۔“ اس نے اپنے والد سے کہا۔

اس نے لڑکے سے کہا ”برائے مہربانی چڑیا کو اس میز پر لٹا دیجیے۔“

مونو کبھی پلٹ کر نہ آئی۔ ٹوکو اس کو کبھی بھول نہ سکی۔ جب کبھی وہ کسی زخمی چڑیا یا جانور کو دیکھتی ہے تو اسے مونو کی یاد آ جاتی ہے۔ کیوں کہ جانوروں سے اس کی محبت کی شروعات مونو سے ہی ہوئی تھی۔





انگریزی ایڈیشن : 2001
اُردو ایڈیشن : 2003
تعداد اشاعت : 3000
© چلڈرن بک ٹرسٹ، نئی دہلی۔
قیمت : 18.00 روپے

This Urdu edition is published by the National Council for Promotion of Urdu Language,
M/o. Human Resource of Development, Department Secondary and Higher Education,
Govt. of India West Block-I, R. K. Puram, New Delhi, by special arrangement with
Children's Book Trust and Bachchon Ka Adabi Trust, New Delhi
and printed at Indraprastha Press (CBT), New Delhi.